تحتج بعنعنته إلا أن يثبت سماعه من طريق آخر " (عمدۃ القاری ج۳ ص۱۱۲ باب الوضوء من غیر حدث)
یعنی سفیان (ثوری) مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی الا یہ کہ دوسری سند سے اس مدلس کی تصریحِ سماع ثابت ہو جائے۔

سفیان ثوری ضعیف راویوں سے تدلیس کرتے تھے (دیکھئے میزان الاعتدال: ۱۶۹/۲ ت ۳۳۲۲) ابوبکر الصیر فی کتاب الدلائل میں لکھتے ہیں کہ: " کل من ظهر تدليسه عن غير الثقات لم يقبل خبره حتى يقول حدثني أو سمعت "
ہر وہ شخص جس کی غیر ثقہ سے تدلیس ظاہر ہو تو اس کی صرف وہی خبر قبول کی جائے گی جس میں وہ حدثنی یا سمعت کے الفاظ کہے ۔ (شرح الفیۃ العراقی / التبصرۃ والتذکرۃ ج۱ ص۱۸۴، ۱۸۵ والتأسیس فی مسئلۃ التدلیس ص: ۳۷ مطبوعہ محدث: جنوری ۱۹۹۶) اس سے بھی معلوم ہوا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں، امام حاکم کی تائید اس بھی ہوتی ہے کہ حافظ ابن حبان نے لکھا ہے کہ: " وأما المدلسون الذين هم ثقات وعدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا مثل الثوري والأعمش وأبي إسحاق وأضرابهم "
اور وہ مدلس جو ثقہ و عادل ہیں جیسے (سفیان) ثوری، اعمش، ابواسحاق وغیرہم، تو ہم ان کی صرف انہی احادیث سے حجت پکڑتے ہیں جن میں وہ سماع کی تصریح کرتے ہیں۔ (الاحسان: ۹۲/۱، ونسخہ محققہ: ۱۶۱/۱)
تفصیلی بحث کے لئے نور العینین اور التأسیس پڑھ لیں۔

سوال: نماز ظہر سے پہلے دو سنت پڑھنا صحیح حدیث سے ثابت ہے؟ (حافظ محمد سعد ہری پور)

جواب: ثابت ہے : عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: " صليت مع النبي ﷺ سجدتين قبل الظهر " (صحیح البخاری: ۱۱۷۲، صحیح مسلم: ح۷۲۹) " میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں پڑھی ہیں " (ترقیم دار السلام: ۱۶۹۸، ومترجم مع تحریفات امین اوکاڑوی ج۱ ص۵۵۵)
اس روایت میں سجدتین کا لفظ ہے جس کا ترجمہ رکعتین ہے۔ اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روایت (جامع الترمذی: ۳۴۲۳ وقال: حسن صحیح) میں " فإذا قام من سجدتين رفع يديه " سے مراد: من رکعتین ہے دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی (ح۱ ص۳۲ طبع مکتبہ اسلامیہ بیرون امین پور بازار بالمقابل شیل پٹرول پمپ فیصل آباد)

سید محب اللہ شاہ راشدی (۱) رحمہ اللہ کا ایک اہم مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم المقام جناب محترم زبیر علی (زئی) صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امابعد۔ مکتوب ملا، ابوایوب بھی (اور) ابو

عثمان میرے پاس بھی آئے تھے اور یہی کچھ باتیں بھی کیں، ابوعثمان کو تو پہلے میں نہیں جانتا تھا لیکن ابوایوب تو ہمارے جانے پہچانے اور مخلص احباب میں سے تھے ان کی زبان سے اس قسم کی باتیں سن کر میں متعجب ہوا اور یہ خیال ہوا کہ اس قسم کا انقلاب ان کے ذہن پر کیسے آ گیا بہر حال **قلوب العباد بيد الله يقلبها كيف يشآء (اللهم ثبت قلوبنا على دينك)** آپ کے استفسارات کا جواب مختصراً حسب ذیل ہے۔

میرے ناقص خیال میں پہلا فتنہ اس قسم کا جماعت المسلمین والوں نے پھیلایا اب دوسرے فتنہ کا آغاز ان حضرات نے کیا ہے ان کا مقرر کردہ امیر المومنین یقینی طور پر ہاشمی ہو یا نہ ہو لیکن جہاں تک کتاب وسنت کا تھوڑا سا علم اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کو عطا فرمایا ہے اس کی روشنی میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کا طریقہ کار اور سارا معاملہ غلط ہے۔

صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہے آں محترم اس پر تدبر سے نظر ڈالیں تو ان کا سارا معاملہ غلط نظر آئے گا آپ جانتے ہیں کہ اس حدیث میں فتنوں کے دور کا ذکر ہے صحابی رضی اللہ عنہ دریافت کرتا ہے کہ ایسے دور میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا : " **تلزم جماعة المسلمين وإما مهم** " اس پر پھر انہوں نے عرض کیا کہ اگر جماعۃ المسلمین اور ان کا امام نہ ہو تو پھر کیا کروں؟ جواب ملا کہ " **فاعتزل تلك الفرق كلها** " یعنی پھر ان سب فرقوں سے الگ ہو جاؤ اگر چہ تمہیں درخت کی جڑوں کو چبا کر وقت گزارنا پڑے **(أو كما قـــال)** اب سوال یہ ہے کہ حدیث میں جو 'امام' کا لفظ آیا ہے اس سے کیا مراد ہے۔ آیا اس سے مراد عام امیر ہے یا سارے عالم کا امام جس کو خلیفۃ المسلمین یا امیر المومنین کہا جاتا ہے؟ ظاہر ہے کہ حدیث کا سیاق اس پر دال ہے کہ امام سے مراد خلیفۃ المسلمین ہے کیونکہ عام اُمراء تو ایک خلیفہ کی موجودگی میں بھی بہت سے ہوتے ہیں اس لئے ایک ہی امیر کا لزوم چہ معنی دارد۔ لھذا اگر مراد 'امام' سے خلیفۃ المسلمین ہی ہے (اور یقیناً یہی مراد ہے) تو پھر ان لوگوں سے بجا طور پر سوال کیا جا سکتا ہے کہ آپ بتائیں کہ جس وقت آپ نے اپنے اس جماعت کی تشکیل کی اور ایک آدمی کو امیر المومنین بنایا اس وقت سارے عالم اسلام میں اور اس کے کسی خطہ میں مسلمانوں کی جماعت یا اس کا امام تھا یا نہیں؟ اگر

(۱) جماعت المسلمین کے نام سے عربیوں کا ایک گروہ ہے جنہوں نے ایک کاغذی خلیفہ بنا رکھا ہے، یہ خلیفہ صاحب کافی عرصے سے انگلینڈ میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ شیخ محترم ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ نے یہ خط ان لوگوں کے رد میں لکھا تھا، جسے من وعن بغیر کسی ردوبدل کے شائع کیا جا رہا ہے، تاہم بعض جگہ ضروری حواش لکھ دیئے ہیں۔

تھا تو آپ کو انہیں ہی لازم پکڑنا تھا نہ کہ اپنی نئی جماعت کی تشکیل کریں گو اس امام میں کچھ نقص بھی ہوں اور کچھ منکرات کا مرتکب بھی ہو پھر بھی انہیں کا ساتھ دینا ضروری تھا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ: میرے بعد آپ کو ایسے ائمہ سے سابقہ پڑے گا جو معروف ومنکر کاموں میں مبتلا ہوں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا **أفلا ننازعهم** اور ایک روایت میں **أفلا نقاتلهم** کہا تو جواب ملا: " **لا ما أقاموا الصلوة** " لہذا جو صحیح طور پر منتخب شدہ امام ہو تو اس میں اگر کچھ منکر اشیاء بھی ہوں تب بھی ان کا ساتھ چھوڑنا نہیں ہوگا جب تک

نماز کا قیام وانتظام کرتے رہیں اگران کے خیال میں اس وقت عالم اسلام وممالک اسلامیہ کے کسی خطہ میں بھی کوئی امام موجود نہ تھااور نہ ہی جماعت مسلمانوں کی تھی تو اس صورت میں انہیں سب فرقوں سے معتزل ہوکراپنی جگہ پراللہ کی عبادت کرنا چاہئے تھا یا جنگلوں میں اور جبلوں [1] کے غاروں میں جا کر رہنا تھا کوانہیں درختوں کی جڑوں کو چبانا پڑتا لیکن انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے ارشاد مبارک کے برعکس تیسری صورت اختیار کر لی اور ایک جماعت المسلمین بنائی اوران میں سے ایک امیرالمومنین منتخب کرلیا کیا انہیں اللہ کے رسول ﷺ سے بھی زیادہ علم کی ادعاء ہے؟ جب اللہ کے رسول نے یہ تیسری صورت بیان نہیں فرمائی (ورنہ اگر اللہ کے رسول ﷺ کے خیال میں یہ تیسری صورت ہوتی تو صحابی رضی اللہ عنہ کوفرما دیتے کہ ایسی حالت میں تم خود جماعت بنالواوران میں سے ایک امیر منتخب کر کے اللہ کے احکام جاری کرتے رہولیکن ایسا نہیں ہوا) تو انہیں یہ اصلاً حق نہیں پہنچتا کہ وہ ایسی جماعت کی تشکیل کریں اوران سے امیرالمومنین منتخب کرلیں اور یہ خودساختہ اورادعائیہ تیسری صورت اختیار کریں چہ جائیکہ وہ اس سے بڑھ کر دوسروں کو بھی مجبور کریں کہ وہ ان کی بیعت میں داخل ہو جائیں یہ سب اللہ کے رسول ﷺ کے ارشاد سے صریح انحراف ہے باقی ان کا اپنے سوا سب یا سارے عالم اسلام پر کفر کا فتوی یا شرک کا الزام تو یہ نہایت خطرناک طرز عمل ہے حدیث میں آتا ہے کہ جو دوسرے کو کافر کہے اگر واقعۃً وہ کافر نہیں ہے تو خود ہو جائے گا لہذا ایسے فتوی میں متہور جری بے باک ہونا بڑی ہولناک صورت حال ہے، آپ جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کو جس نے ماشاءاللہ و شاء محمد (ﷺ) کہا ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تم مشرک ہو گئے بلکہ فرمایا: " **أجعلتني لله نداً قل ماشاء الله وحده أو ماشاء الله ثم ما شئت** " (أو کما قال ﷺ) ایک تو خود ایک غلط طریقہ کار کا (اپنی طرف سے) اختیار کیا پھراس پر طرہ یہ کہ اپنے سوا یا جوان کے ساتھ مل کر ان کے بنائے ہوئے امیر کی بیعت میں داخل ہو(ئے) کے سوا سب کو مشرک و کافر قرار دیا اوران سے قتال کا جواز بھی نکال لیا **فیا للعجب** ! چھوٹے چھوٹے امراء کا تو سنت الرسول ﷺ میں سراغ ملتا ہے دوصحابی مالک بن الحویرث وغیرہ رضی اللہ عنہما آپ سے فیض حاصل کر کے جب واپس ہو رہے تھے تو ان کو ارشاد فرمایا گیا کہ "**ولیؤمکما أکبر کما**" گویا دو آدمی سفر کریں تو ان میں بھی ایک کو امیر ہونا [2]

(۱) یعنی پہاڑوں   (۲) راقم الحروف کے خیال میں خلیفۃ المسلمین کی عدم موجودگی میں امارت کے چکر سے بہتر ہے کہ انفرادی یا اجتماعی طور پر قرآن وحدیث پر خود عمل کیا جائے اوردعوت دنیا میں پھیلتی جائے اور دوسرے صحیح العقیدہ بھائیوں سے پوری شرعی محبت کی جائے، جماعتی تعصب سے اپنے آپ کو بالاتر رکھا جائے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے، یہ چند جملے بطور اشارہ لکھ دیئے ہیں۔ زبیر علی زئی

چاہئے پھر چھوٹے چھوٹے سرایا بھیجتے تو ان کو ارشاد ہوتا کہ وہ امیر کی ضرور اطاعت کریں ہاں یہ سمجھایا کہ : " **لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق** " یعنی اگر امیر اللہ تعالیٰ کی معصیت کا امر (حکم) دے تو اس کی اطاعت نہ کی جائے اسی طرح دوسرے شہروں مثلاً یمن وغیرہ کی طرف بھی امراء مقرر کر کے وہاں ان کو بھیج دیا گیا یہ سب اس لئے کہ اللہ کا حکم ہے کہ: " **وتعاونوا على البر والتقوى** " الآیۃ (المائدۃ:۱۴)

اور یہ تعاون جماعتی نظم ونسق کے سوا ہوتا نہیں ،لہذا کوئی جماعت ہواور اس کا امیر ہوتا کہ جماعتی کاموں کا بخوبی انتظام وانصرام ہوسکے ۔ جواجتماعی کام ہیں وہ انفرادی طور پر قطعی طور پرانجام نہیں دیئے جاسکتے ایک گھر بھی گھر کے سر براہ کے سوا دوسرے گھر کے افراد کے تعاون کے سوا گھر بھی نہیں چلا سکتا اس بات کو مدنظر رکھ کر کہ چونکہ اس وقت پورے عالم اسلام کا واحد خلیفہ یا امیر المومنین موجود نہیں لہذا چھوٹے پیمانے پر جماعت بنا کر ایک امیر مقرر کر کے اجتماعی کاموں کو بحسن وخوبی انجام دیا جا سکے اس لئے ہر ملک میں بشمول پاکستان اہل حدیث وغیرہ کی جماعتیں ہیں اور ان کا امیر بھی ہے اور معروف میں ان کی اطاعت بھی ضروری ہے لیکن خلیفہ کی طرح اس سے بیعت ضروری نہیں ۔جس طرح عہد رسالت میں امراء کی اطاعت کا تو حکم دیا جاتا تھا لیکن اس سے بیعت عام نہیں ہوتی تھی بیعت صرف اللہ کے رسول ﷺ یا ان کی رحلت کے بعد ان کی جگہ پر جو خلیفہ ہو اس کی ہی ہوگی اب چونکہ ایسا خلیفہ نہیں تو صرف اطاعت معروف کرنی چاہیئے باقی یہ جو کہتے ہیں کہ جس کی گردن میں امام کی بیعت نہیں وہ جاہلیت کی موت مرے گا یہ صحیح ہے لیکن جب ایسا خلیفہ وامام موجود ہو [1]، اگر وہ عالم اسلام کے کسی خطہ میں ہے ہی نہیں تو پھر بیعت آخر کس سے کی جائے؟ لہذا حالت (حاضرہ) [2] میں ان شاءاللہ ہم پر میتة جاہلیة کے الفاظ منطبق نہیں ہوں(گے (**اللھم اھدنا الی سواء الصراط**) باقی رہا ''اہل حدیث'' کا لقب تو یہ محض لقب واصطلاح ہے جو اصحاب الرائے وجھمیہ ،روافض وغیرہم جو باطلہ [3] فرقے ہیں ان سے امتیاز کے لئے اختیار کیا گیا ہے ویسے ہم والحمدللہ مسلمان (مسلم) ہیں لیکن اس لقب و اصطلاح سے ہم ان باطلہ فرقوں [3] سے ممتاز ہوجاتے ہیں مسلمان تو سب ہیں لیکن کسی خاص اصطلاح کی وجہ سے اس کی طرف انتساب نہ برا ہے نہ ممنوع نہ غیر مشروع بہت سے مسلمان ہیں لیکن وہ نحوی، ادیب،لغوی کلامی وغیرہ وغیرہ کی طرف بھی منسوب ہوتے ہیں لیکن آج تک کسی نے اس انتساب پر اعتراض نہیں کیا خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

" **والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان الآية** " (سورۃالتوبہ ع۱۳پ۱۱)

اور'' **لقد تاب الله على النبي والمهاجرين والانصار الذين اتبعوه في ساعة العسرة الآية** (التوبہ ع۱۴پ۱۱)

کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرما سکتے تھے کہ **والسابقون الاولون من المسلمين والذين اتبعوهم باحسان** اس طرح

(۱) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث'' من مات وليس له امام ، مات ميتة جاهلية '' کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا : ''أتدری ما الامام ؟ الامام الذي يجمع المسلمون عليه ، كلهم يقول هذا إمام ، فهذا معناه '' کیا تجھے پتے ہے کہ امام سے(یہاں) کیا مراد ہے؟ امام (خلیفہ) وہ ہے جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو، ہر مسلمان یہ کہے کہ یہ امام (خلیفہ) ہے، یہ ہے اس کا معنی (المسند من مسائل الامام احمد للخلال ق:ا بحوالہ الامامۃ العظمی عند أهل السنۃ والجماعۃ ص ۲۱۶، ۲۱۷) (۲) اصل میں '' راھنہ'' کا لفظ ہے واللہ اعلم (۳) یعنی باطل

المسلمین کے لفظ میں مہاجر وانصار بھی آسکتے تھے اسی طرح **لقدتاب الله على النبي والمسلمين** فرمایا جاتا لیکن نہیں ان سب مسلمانوں کو ان کی صفات کے لحاظ سے مہاجر وانصاری میں منقسم فرما کر ان کی طرف نسبت کردیا جس سے معلوم ہوا ۔جس کسی فرد یا جماعت میں کوئی خاص وصف امتیازی ہو تو مسلمون میں شمولیت کے باوصف ان صفات کی طرف ان کا انتساب کوئی معیوب چیز نہیں ہے اور نہ ہی اس کو بدعت کہا جا سکتا ہے ورنہ پھر امام بخاری ،امام مسلم ،

امام ترمذی وغیرہم یہ سب کے سب بدعتی ٹھہرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ خود ان کی کتب سے احادیث و روایات اپنے موقف پر استدلال کرتے رہتے (ہیں) کیا بدعتیوں کی کتب سے استدلال کو جائز سمجھتے ہیں؟ اور وہ بھی ان کی لائی ہوئی احادیث سے؟ اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہم کی کتب میں دیکھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ہم مشرب محدثین کو اہل الحدیث واصحاب الحدیث سے یاد کرتے ہیں۔ اور جہاں تک میرا ناقص علم ہے تو میں نے ابتدائی دور اسلام سے لیکر چودھویں صدی ہجری کے تقریباً نصف تک کسی نے بھی اس لقب (اہل حدیث) کو بدعت نہیں کہا[(۱)] یہ کتب تواریخ وسیر آپ کے سامنے موجود ہیں، آپ ایک مثال بھی پیش نہیں کر سکتے بلکہ یہ کتب تو یہ لقب اصحاب الرائی سے امتیاز کیلئے اپنی کتب میں ذکر کرتے ہیں تو کیا سب ساڑھے تیرہ صدیوں کے محدثین، فقہاء، ائمہ اسلام، مؤرخین، اصحاب السیر احادیث نبویہ علیہ الصلوۃ والسلام پر کتب لکھنے والے بلکہ اور بھی سب مسلمان بدعتی ہی تھے؟ کہنے سے کوئی من چلا اس قسم کی بات منہ سے نکال تو سکتا ہے، اس کو دنیا کے سارے عقلاء کیا کہیں گے گویا اسلام کی تاریخ میں اتنا بڑا دور جو ساڑھے تیرہ سو سال تک جا پہنچا ہے بدعتیوں کا مجموعہ تھا اور آج یہ مٹھی بھر مدعیان بدعت سے آزاد ہوکر اب صحیح اسلام پا چکے ہیں آپ ہی سوچیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟

نتیجہ سے بے پرواہ ہوکر اس طرح بے تحاشا بے پر کی بات کہنا اور بچوں کی بڑھ بکنا انہیں کو مبارک ہو ، علاوہ ازیں صحیح حدیث میں (هو سماكم المسلمين والمؤمنين) بھی آیا ہے تو وہ کیوں اپنے کو جماعت المومنین نہیں کہتے؟ میرے خیال میں یہ سب اتباع ھوی[(۲)] ہے جو شیطان نے ان کو مزین کر کے دکھایا ہے اور وہ اس پر بے لجام وبغیر کنٹرول واحتیاط کے سرپٹ دوڑے جا رہے ہیں ، فإلى الله المشتكى ، بالجملہ اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں یہ محض لقب واصطلاح ہے جس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ہاں اگر کسی جماعت نے اپنی طرف سے غلطی کی وجہ سے جماعت کو فرقہ بندی کا رنگ دے دیا ہے تو وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں لیکن سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا عقل مندی نہیں ہے، میرے پاس ابوایوب آئے تھے اور بہت سی باتیں اپنے رنگ میں کہیں کہ میں غلط فہمی سے کچھ ان سے متاثر ہوا لیکن ان کے جانے کے بعد میں نے جو اللہ کے رسول ﷺ کی حدیثوں پر غور وفکر کیا تو سارا معاملہ صاف ہوگیا، اور وہ وعدہ کر گئے تھے کہ کراچی سے دو تین دن کے بعد وہ واپس میرے پاس آئیں گے تو میں نے ان پر بھروسہ کر کے یہ بات دل میں رکھی کہ جب وہ آئیں گے تو ان کو یہ باتیں بتائی جائیں گی لیکن کافی عرصہ گزر گیا وہ ابھی تک واپس نہیں آئے واللہ اعلم آئیں گے بھی یا نہیں۔

(۱) اہل الحدیث لقب کے جائز ہونے پر محدثین کرام اور تمام سلف صالحین کا اجماع ہے اور یہ گزر چکا ہے کہ اجماع شرعی حجت ہے دیکھئے ص

(۲) خواہش پرستی

بہرحال جو علم اللہ نے مجھ احقر العباد کو عطا فرمایا ہے اس کی روشنی میں میں (نے) آپ کے استفسارات کا جواب دے دیا ہے اگر صحیح ہے تو وہ من عند اللہ ہیں اور اسی وحدہ لاشریک لہ کا احسان وکرم وفضل ہے اور بصورت دیگر یہ غلط ہیں تو میرے نفس کی خطاء ہے۔

والانسان مركب من الخطاء والنسيان ، وآخر دعوٰنا أن الحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد وآله وأصحابه اجمعين إلى يوم الدين (آمين)

والسلام

احقر العباد، اخوکم : ابو قاسم محب الله شاه عفاء الله عنه

۲۰-۵-۱۴۱۴ھ ، ۹۳-۱۱-۶ م